© rasailojaraid.com

جواب آں استدراک

تحقیقات اسلامی (جلد ۲، شمارہ ۱ جنوری ۔ مارچ ۱۹۸۳ء) میں نیاز آگیں کے مقالہ "عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب" پر اپنے محترم دوست جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا استدراک پڑھا۔ خوشی ہوئی کہ مضمون نے اہل علم کی توجہ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ مزید مسرت اس امر کی ہوئی کہ فضلائے کرام کے تنقیدی شعور کو بیدار کرنے اور علمی ردعمل پیدا کرنے کا موجب بھی ہوا۔ استدراک پڑھنے سے پہلے اور پڑھنے کے دوران میرا یہ خیال تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میری کسی دانستہ یا نادانستہ غلط بیانی پر مجھے تنبیہ بھی ہوگی اور اس کے سبب قارئین گرامی کے ذہن میں جو شکوک و شبہات یا اعتراضات نفس موضوع کے بارے میں پیدا ہوں گے ان کا ازالہ ہو جائے گا اور وہ موضوع زیر بحث کو اس کے صحیح پس منظر اور اصل تناظر میں دیکھ سکیں گے۔ لیکن افسوس کہ اس کے پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ فاضل تنقید نگار نے "ریاضی" اور ان کے اصولوں کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر نہ صرف سر رشتۂ معانی کھو دیا بلکہ "ریاضی کے لحاظ سے" جس "واضح بے احتیاطی" کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مضمون میں غالباً موجود نہیں ہے۔ میں ان مثالوں کی مختصر سی وضاحت کرنے کی اجازت چاہوں گا جو ناقد موصوف و محترم نے میرے مضمون سے پیش کی ہیں:۔

(۱) ڈاکٹر صاحب نے غزوہ بدر میں حاصل شدہ مال غنیمت کے بارے میں دو اعتراضات کئے ہیں۔ اول یہ کہ روایت میں اس مال غنیمت میں ملنے والے اونٹوں کی تعداد ایک سو پچاس بتائی گئی اور مجاہدین بدر میں اس مال غنیمت کی تقسیم کے ضمن میں یہ کہا گیا کہ ان میں سے کچھ کو ایک اونٹ ملا تھا، کچھ کو دو اونٹ اور کچھ کو کھالیں۔ ڈاکٹر صاحب کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ مجاہدین بدر کی تعداد تین سو تیرہ تھی لہٰذا اونٹوں کی تعداد تین سو تیرہ ہونی چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ مضمون یا تاریخی روایت میں یہ دعویٰ کب کیا گیا ہے کہ مجاہدین بدر میں سے ہر ایک کو کم از کم ایک اونٹ بطور مال غنیمت ملا تھا۔ مضمون میں واضح طور سے یہ حقیقت بیان کردی گئی ہے کہ چونکہ اونٹوں کی تعداد مجاہدین کی تعداد سے کم تھی اس لئے کچھ کے حصے میں ایک اونٹ پڑا تھا اور کچھ کے حصے میں دو اور باقی کے حصے میں کھالیں (ملاحظہ ہو ص۱۳ پیراگراف ۲) تعجب اس پر ہے کہ یہ جملہ خود ناقد محترم نے بھی واوین میں نقل کیا ہے۔ کیا یہ بدیہی بات عقل سلیم و ذہن رسا کے لئے کافی نہ تھی کہ اونٹوں کے علاوہ "کچھ اور" بھی مال غنیمت ملا تھا۔ اور "یہ کچھ اور" ہتھیاروں، مویشیوں (اونٹ کے علاوہ) اسباب روزمرہ اور سامان تجارت پر مشتمل تھا جیسا کہ ص۱۳ پر اسی پیراگراف میں ان کا اور ان سے متعلق تفصیلات کا ذکر ہے۔ صفحہ ۱۳ اور صفحہ ۱۴ کے دونوں پیراگرافوں کو ملا کر پڑھنے سے ایک ذہین قاری یہ بخوبی سمجھ لے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاصل شدہ مال غنیمت کا ایک مالی تخمینہ لگایا تھا اور پھر اس کو تین سو چھبیس حصوں میں برابر برابر تقسیم کردیا تھا جو روایت کے مطابق دو اونٹوں (عام قسم کے) کی قیمت کے برابر تھا اور یہ قیمت اس عہد کے نرخوں کے مطابق اسّی درہم (لگ بھگ) پہونچتی تھی۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے ایک تو اونٹوں کے علاوہ تمام دوسرے مال غنیمت کو نظر انداز کردیا اور دوسرے یہ کہ ایک معیاری حصہ اور اس کی قیمت کی جو بات کہی گئی ہے اس پر بھی دھیان نہیں دیا۔ اس سے بڑی ستم ظریفی یہ کی کہ انھوں نے مجاہدین بدر کی تین سو تیرہ تعداد میں سے ہر ایک کو ایک اونٹ دلایا۔ دراصل یہ تنقید ریاضی کے اصولوں کے سانچے میں تاریخی حقائق و نتائج کو بلا سوچے سمجھے ڈھالنے کے مترادف ہے۔

(۲) اگرچہ اوپر کی بحث سے ڈاکٹر صاحب کے دوسرے اعتراض کا بھی جواب مل جاتا ہے کہ ص۱۳ کے پہلے جملہ اور ص۱۴ کے دو[illegible] جملے میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ تاہم مختصراً اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضمن میں مزید یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ چوبیس ہزار درہم کی مجموعی رقم یقینی طور پر کافی بڑی تھی لیکن انفرادی حصہ اَسّی درہم بہت حقیر تھا۔ میرا مقصود یہ نہیں کہ کس کو کتنا ملا یا مجموعی میزان کیا تھا؟ مطلوب تو اموالِ غنیمت کا معیشت میں حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ تین سو تیرہ مسلم مجاہدین فی کس اَسّی درہم کی رقم پانے کے بعد کتنے مالدار ہوئے ہوں گے؟ ڈاکٹر صاحب نے جو مناسبت ان دونوں عبارتوں کے درمیان دیکھنی چاہی ہے اس کی وضاحت نہیں کی۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق ان کے منشا کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اس کے مطابق وضاحت کی ہے۔ اگر وہ "مناسبتِ مطلوبہ" کی تصریح کر دیتے تو بہتر ہوتا۔ اسی مناسبت سے کوئی بات عرض کی جا سکتی تھی۔

(۳) صہ۱۲ کی تیسری سطر میں جس مجموعی رقم کا ذکر ہے وہ غزوۂ بنی قریظہ میں شریک مسلم مجاہدین کے کل حصوں کو ۱۵ دینار کے ضرب کے اصول سے نکالی گئی ہے۔ اور پھر اس میں خمس اور صفی کی تخمینی قیمت کو جوڑ دیا گیا ہے۔ مشق کے طور پر ڈاکٹر صاحب قبلہ یہ سادہ سی ضرب دے کر اور جوڑ لگا کر ریاضی کا اصول معلوم کر سکتے ہیں اور مجموعہ یہ نہ آئے تو خادم کو بھی مطلع فرمائیں۔ بہتر ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب غلطیوں کی واضح نشاندہی فرماتے کہ یہاں کیا ہونا چاہئے تھا۔

(۴) چوتھا اعتراض فاضل تنقید نگار نے غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت میں حاصل شدہ اونٹوں اور بکریوں کی مجموعی تعداد اور مسلم مجاہدین کی کل تعداد پر ان کی فی کس تقسیم پر کیا ہے۔ یہ اعتراض بعینہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انھوں نے غزوۂ بدر کے ضمن میں کیا ہے۔ غزوۂ حنین کے ضمن میں فاضل ریاضی داں نے چار ہزار اوقیہ چاندی (تقریباً ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم) کی نقد رقم نظر انداز کر دی ہے۔ آخر وہ بھی تو مجاہدین میں تقسیم ہوئی تھی۔ انھوں نے یہاں بھی بارہ اونٹوں یا ان کی متبادل ایک سو بیس بھیڑ بکریوں کو ہر مجاہد حنین کا حصہ سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک معیاری حصہ تھا یعنی یا تو ایک سپاہی کو بارہ اونٹ ملے تھے یا ایک سو بیس بھیڑ بکری یا ان کے مساوی رقم یا اسباب۔ مشکل یہ ہے کہ تنقید نگار محترم معیاری حصہ کو فی کس حصہ سمجھ کر مجاہدین کی کل تعداد پر برابر سے ضرب کر دیتے ہیں اور ستم ظریفی یہ کرتے ہیں کہ جانوروں ہی پر نظر رکھتے ہیں اور بقیہ اسباب و نقد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

رخصت سے پہلے میں یہ اعتراف کر لوں کہ میں ریاضی کے اصول و قواعد تو درکنار سادہ حساب کتاب میں بھی کافی کمزور ہوں اور تاریخی حقائق یا سیرتِ نبویؐ کی تفصیلات پر مکمل دسترس کا بھی مدعی نہیں ہوں۔ لہٰذا اس مضمون میں یا دوسرے مضامین میں خاکسار سے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام سے التماس ہے کہ مجھ کو ان سے فرداً مطلع فرمائیں۔ اس کے ساتھ یہ درخواست کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ تنقید سنجیدہ اور علمی ہونی چاہئے ورنہ نفسِ موضوع کے بارے میں غیر ضروری شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور عام قارئین کا اعتماد متزلزل ہوتا ہے۔ یہ جواب بھی محض جواب کی خاطر نہیں بلکہ اس غلط تاثر سے بچانے کے لئے دیا گیا ہے جو ڈاکٹر صاحب کے استدراک سے ایک عام قاری کے ذہن پر پڑ سکتا ہے۔ ویسے میں ڈاکٹر صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے مجھے اس امر کی طرف ضرور متوجہ کر دیا ہے کہ بات زیادہ سے زیادہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کہنی چاہئے اور تصریحات کو بھی مزید کھول دینا چاہئے۔ مگر اس میں ہمارے مدیرانِ گرامی کی یہ قدغن حائل ہے کہ مضمون مختصر، بات کم اور معانی زیادہ ہوں۔ ●●

(محمد یٰسین مظہر صدیقی)

© rasailojaraid.com